علامہ سید ابوالحسن علی ندوی کی تازہ کتاب "المرتضیٰ" سے ایک اقتباس

شیعہ تصور حکومت و حکمرانی

خمینی کا عقیدۂ امامت

فرقۂ اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت، اس (امامت) کے اپنانے کے نفسیاتی محرکات، قدیم ایران اور اس عقائد کا عکس

فرقۂ اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت گذشتہ صفحات سے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہوگئی کہ بزرگانِ اہل بیت اسلام کے صاف ستھرے عقیدہ پر سختی سے کاربند تھے۔ یہ وہ عقیدہ تھا جو انہیں اپنے نبی اور جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا تھا یعنی توحیدِ خالص اور ختمِ نبوت کا واضح اور بے میل عقیدہ، امت کے سوادِ اعظم اور اہلسنت کے اجماعی عقیدہ کے مطابق اُن کا اس پر ایمان تھا کہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، دین تکمیل پا چکا، اور اسی دین سے دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات مربوط ہے، اور یہی وہ دینِ کامل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ	آج میں تمہارے لیے تمہارا دین مکمل، تم پر اپنی نعمت
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ	تمام اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین منتخب و پسند
(سورۃ المائدہ : ۳)	کر چکا۔

اس کے بعد نہ کوئی نبوت آئے گی اور نہ جدید طریقہ پر شریعت سازی کا کام ہوگا، دین میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ اضافہ کی اجازت۔ یہی وہ عقیدہ تھا جس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لے کر وہ سب حضرات سختی سے قائم رہے۔ جن کے حالات تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، اور وہ کسی حیثیت سے بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔

سفیان مطرف سے اور وہ شعبی سے اور شعبی ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا آپ کو قرآن کے علاوہ بھی کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست ملی ہے (جس کا علم دوسروں کو نہ ہو)[1] تو فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس نے تخم میں شگاف ڈالا اور جس نے ذی روح کو پیدا کیا، میرے پاس کچھ نہیں ہے الّا یہ کہ

---

[1] اس سوال کی ضرورت اس لیے پڑی کہ چند لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ سے بہت سی باتیں وہ کہی گئی تھیں جو بطور وصیت یا راز کے ان کے سینہ میں پنہاں تھیں۔

اللہ نے وہ سمجھ دی ہے جو قرآن فہمی کے لیے اللہ تعالیٰ کسی کو بخشتا ہے، یا وہ جو میرے صحیفہ میں ہے" دریافت کیا آپ کے صحیفہ میں کیا ہے؟ جواب دیا: "مسلمان کی دیت[1]، قیدیوں کی رہائی، اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہ قتل کیا جائے"[2]

اس عقیدہ (امامت) کو اپنانے کے نفسیاتی محرکات

سطور بالا سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اہلِ بیت کرام، اُمت کے اجماعی عقیدہ اور مسلک پر پوری شدت سے قائم اور اس کے داعی تھے، وہ اپنے تئیں کتاب و سنت کی پیروی کا پابند اور اُمتِ محمدیہ کا ایک فرد باور کرتے تھے، جو صرف اپنے عمل و تقویٰ اور علم و اخلاق سے امتیاز و احترام کا مستحق ہو سکتا تھا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ) لیکن بعد میں وہ مزاج اُبھر آیا جس کی تہہ میں جاہلیتِ قدیمہ اور ادیانِ مُحرّفہ کی روح کام کر رہی تھی۔ اور جس میں ان تمدنوں اور فلسفوں کا اثر تھا جو عہدِ قدیم میں یونان، ایران اور ہندوستان اور چین میں پروان چڑھے اور نقطۂ عروج پر پہنچے، مزاج اور اندازِ فکر یہ تھا کہ حکمران خاندان اور ان خاندانوں کے، جن کو عہدِ قدیم سے روحانی یا مذہبی قیادت حاصل رہی ہے، اور جنہوں نے سخت ریاضتوں اور بڑے مجاہدوں اور کسی درجہ میں عام سطح سے بلند ہو کر اپنی اخلاقی و روحانی حیثیت تسلیم کرائی ہے، افراد کو معصوم سمجھا جائے، اور ان کے اس حق اور اختیار کو آنکھ بند کر کے تسلیم کیا جائے کہ وہ مذہبی قوانین کو تبدیل کر سکتے اور توڑ سکتے ہیں اور ان کو قانون سازی کا آزادانہ اور مکمل اختیار ہے[3]

اس نظریہ کی قبولیت و اشاعت میں کچھ نفسیاتی خواہشات اور اندرونی ترغیبات بھی معاون ثابت ہوتی ہیں:-

(۱) اس کے ذریعہ انفرادی طور پر ذمہ داری اور جوابدہی کے جھگڑوں سے نجات ملتی ہے، اور ہر معاملہ میں ایک خاص طبقہ یا کسی مخصوص خاندان کے فرد یا افراد پر اعتماد کرنا کافی ہوتا ہے جو اس خانوادے کی نمائندگی کرتے ہوں۔

(۲) اعتماد، احترام اور مکمل انقیاد و اطاعت کسی مخصوص خاندان یا اس کے بعض افراد سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ کام ایک کامل و وسیع شریعت کے اتباع سے آسان معلوم ہوتا ہے، جس میں قدم قدم پر پابندیاں اور احکام ہیں، علماء کے اجتہادات بھی ہیں اور ایک وسیع فقہی ذخیرہ بھی ہے۔

(۳) کسی ایک خاندان یا فردِ واحد یا چند افراد کا استحصال آسان ہے، اور اس کو راضی رکھ کر سیادت و قیادت حاصل ہو سکتی ہے، انفرادی خواہشاتِ نفس کو پورا کرنے کا بہتر موقع مل سکتا ہے، بہت سی مشکلات سے نجات مل جاتی ہے، اور معمولی سی کوشش سے ان کا تقرب حاصل کر کے برسوں کی جدوجہد اور طول طویل مسافت طے کرنے کے بعد جو مل سکتا ہے، وہ آسانی سے اور جلد مل جاتا ہے، کیونکہ عوام کے ذہن میں اس خانوادے کے معصوم ہونے کا عقیدہ راسخ ہوتا ہے، اور ہر زمانہ میں چالاک اور شاطر قسم کے

---

[1] مقتول مسلمان کی دیت (معاوضہ میں) کتنے اونٹ دیئے جائیں اور اس کے ورثاء کو کس طرح اس کا تاوان ادا کیا جائے۔

[2] مسند علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) مسند الامام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ)

[3] ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA - P. 194 - VOL. 9 (1985)

سیاسی ذہن رکھنے والوں نے اپنی ترقی کے لیئے یہی راستہ اختیار کیا ہے۔

اثنا عشری فرقہ میں اس عقیدہ (نسلی وموروثی تقدس ومنصب امامت) کی پرورش نے سیاسی، خاندانی اور ذاتی مقاصد کی (سہولت کے ساتھ تکمیل میں) مدد کی، اس کو ایک مذہبی عقیدہ کے طور پر تسلیم کیا گیا اور تقدس کے پردے ان پر پڑے رہے۔

اس فرقہ نے یہ باور کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء اور ائمہ کا تعین اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، وہ پیغمبروں کی طرح معصوم ہیں، اور ان کی اطاعت سب مسلمانوں پر فرض ہے، ان کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ کے مساوی ہے، اور دوسرے انبیاء کرام سے بڑھ کر ہے، خلق خدا پر اللہ کی حجت بغیر امام کے نافذ نہیں ہو سکتی، اور امام کو جب تک جانا نہ جائے حجت خداوندی تمام نہیں ہو سکتی، دنیا بغیر امام کے قائم نہیں رہ سکتی، امام کی معرفت ایمان کے لیے شرط ہے، اور امام کی اطاعت انبیاء کی اطاعت کی طرح ہے، ائمہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی امر حلال کو حرام قرار دیں یا حرام اشیاء کو حلال کر دیں، کیونکہ وہ پیغمبروں کی طرح معصوم ہیں، اور ائمہ معصومین پر ایمان لانے والا جنتی ہے، خواہ وہ ظالم وفاسق اور فاجر ہو، آئمہ کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مساوی اور تمام مخلوقات سے بلند ہے، ان ائمہ پر مخلوق کے اعمال رات اور دن دونوں وقت پیش کیے جاتے ہیں، اور فرشتے آئمہ کے حضور رات دن آیا کرتے ہیں، ان کو ہر شب جمعہ کو معراج حاصل ہوتی ہے، لیلۃ القدر میں ہر سال ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہوتی ہے، موت وحیات ان کے دست قدرت میں ہے، اور وہ دنیا وآخرت کے مالک ہیں، جس کو چاہیں دیں اور جو چاہیں دیں۔[1]

"کتاب الکافی" میں یہ بھی مذکور ہے:۔

"حسن بن عباس المعروفی نے امام علی رضا کو لکھا: میں آپ پر فدا ہوں بتائیے کہ رسول (نبی) اور امام کے درمیان کیا فرق ہے؟ انہوں نے لکھا یا جواب دیا: رسول، نبی اور امام کے درمیان یہ فرق ہے کہ رسول وہ ہے جس کے پاس جبرئیل آتے ہیں وہ ان کو دیکھتا ہے اور ان کی بات سنتا ہے، اور ان پر وہ وحی اتارتے ہیں اور کبھی ان کو خواب میں دیکھتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم نے دیکھا تھا، اور نبی بعض اوقات بات سنتا ہے اور کبھی دیکھ بھی لیتا ہے۔ اور امام وہ شخص ہے جو فرشتہ کی بات سنتا ہے مگر اس کو دیکھتا نہیں ہے۔"[2]

علامہ ابن خلدونؒ نے مؤرخانہ دیانتداری کے ساتھ علمی طور پر جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے:۔

"شیعوں کے نزدیک "امامت" ان عوامی ضروریات میں سے نہیں ہے جس کی ذمہ داری امت کی بصیرت کے سپرد کی جاتی ہے، اور صاحب اختیار (امام) مسلمانوں کا اختیار کردہ شخص ہوتا ہے، بلکہ امامت ان کے یہاں دین کا ایک رکن اور اسلام کا ایک ستون ہے، کوئی پیغمبر نہ اس سے غفلت برت سکتا ہے، اور نہ اس کو قوم کے سپرد کر سکتا

---

[1] ماخوذ از کتاب "اصول الکافی" ص ۱۰۳-۲۵۹۔ اور "شرح اصول الکافی للکلینی" (م ۳۲۸ھ) جلد ۲ ص ۲۲۹۔

[2] کتاب "اصول الکافی" ص ۸۲ طبع ایران ۱۲۸۱ھ

ہے، بلکہ پیغمبر کا فرض ہے کہ امت کے لیے امام متعین کر دے اور وہ امام ہر قسم کے گناہ صغائر و کبائر سے معصوم ہو گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جن کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (ان نصوص کی روشنی میں جن کو وہ روایت کرتے ہیں اور اپنے عقیدہ کے مطابق ڈھالتے ہیں) متعین کر دیا تھا"[۱]

یہ عقیدہ فرقۂ اثنا عشریہ میں نسلاً بعد نسلٍ تسلسل کے ساتھ قائم رہا اور اب تک یہی عقیدہ ہے، کیونکہ یہ بنیادی عقائد میں داخل ہے، اور یہی عقیدہ عصرِ حاضر میں امام خمینی تک پہنچا ہے۔ موصوف اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیۃ" میں ولایتِ تکوینی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں جس کا ہم بعینہٖ ترجمہ پیش کرتے ہیں:۔

"اماموں کو مقامِ محمود، درجۂ بلند اور وہ خلافتِ تکوینی حاصل ہے جس کی ولایت و سطوت کے تابع کائنات کا ذرہ ذرہ ہے، ہمارے مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کا وہ مقام ہے جس کو کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل بھی پہنچ نہیں سکتا۔ ہمارے یہاں جو روایات اور احادیث ہیں ان کی رو سے رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم و ائمہ علیہم السلام اس عالم کے وجود سے پہلے انوار تھے، جو عرشِ خداوندی کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے، اللہ نے ان کو منزلت اور تقرب کا وہ درجہ دیا ہے جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں"[۲]

اس عقیدہ سے معاشرۂ انسانی اور مذہبی حلقہ پر کیا غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ اس کو غیر مسلم دانشوروں نے بھی محسوس کیا، اور ان کی نشاندہی کی ہے ـــ پیٹرک ہوگس (PATRICK HUGEC) کہتا ہے:۔

"شیعہ، اماموں کو اللہ کی صفات کا حامل بتاتے ہیں"[۳]

اور ویوانو (WIVANOW) لکھتا ہے:۔

"ہمیشہ کیلئے امامت کے تسلسل کا عقیدہ نبوت کو ایک ضمنی مقام عطا کرتا ہے"[۴]

قدیم ایران اور اس کے عقائد کا عکس | دراصل امامت کا نازک عقیدہ جس کے حدود و مسافات بڑے خاندانوں اور گھرانوں کو تقدس اور الوہیت کے حدود سے ملاتے ہیں، اُن پر قدیم ایران کے عقائد کی چھاپ ہے۔ قدیم ایران میں سیادت، دینی قیادت اور حکومت قبیلۂ "میدیا" کو حاصل تھی، پھر یہ سربراہی قبیلۂ "المغان" کو اُس وقت حاصل ہوئی جب مذہب زردشت غالب آیا اور ایران پر اس کا اثر قائم ہوا، اہلِ ایران کے ہاں ایک اونچی ذات مذہب کے داعیوں کی تھی، جس کو کہنوت (PRIEST CLASS) کہا جاتا تھا۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ زمین پر ظلِ الٰہی اور تمام لوگ اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ

---

[۱] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۸ طبع مصر [۲] الحکومۃ الاسلامیۃ، ص ۵۲ (مطبوعہ مکتبۂ بزرگ اسلامیہ طہران۔ ایران)

[۳] THOMAS PATRICK HUGES: DICTIONARY OF ISLAM LONDON. 1885, P. 574

[۴] H.A.R. GIBB & J.H. KRAONER: SHORTER ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM LITT-1953 - P. 248

ان خداوندوں کی خدمت کریں، حکمراں کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسی قبیلہ کا فرد ہو، کیونکہ خدا ان کے اندر حلول کر گیا ہے، اور جسم کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے، اور آتشکدہ کی سربراہی اور اس کی تنظیم صرف اسی قبیلہ کا حق ہے[1]

مسٹر دوزی (DOZY) لکھتے ہیں:۔

"اہل ایران بادشاہِ وقت کو خدا کا ہم پلہ سمجھتے تھے اور بادشاہ کے اہل خاندان کو بھی اسی نظر سے دیکھا کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ امام کی اطاعت فرض ہے اور اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے[2]"

کسی ایک خاندان پر اس درجہ انحصار اور اس خاندان کی دینی، روحانی اور سیاسی اجارہ داری نے قدیم مذاہب کے پیروؤں کو (جن میں اصلاحی تحریکیں بھی اٹھیں) بدترین قسم کی ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا، اور وہ خدا پرستی کے بجائے انسان پرستی اور خاندان پرستی کے شکار ہوگئے، اس کے نتیجہ میں انسانوں کی ذہنی صلاحیتیں، قوتِ تمیز اور فکر و نقد کی آزادی (جو فکری، علمی، اخلاقی اصلاحات و انقلابات کا سرچشمہ ہے) تعطل و جمود کا شکار ہو جاتی ہے۔

بسا اوقات اس کے ذریعہ انسانی توانائیوں اور کسبِ معیشت کے ذرائع کا بُری طرح استحصال کیا گیا ہے، قرونِ وسطیٰ میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ مغفرت کے پروانے (تَذَاکِرُ الغُفْرَان) اور جنت کے اجازت نامے بھی فروخت کیے جانے لگے[3] اور اس اندھی عقیدتمندی کی وجہ سے کلیسا اور علم کے درمیان خونریز کشمکش اور جنگ بھی ہوئی[4] اس صورتحال نے یورپ کو تفریقِ دین و سیاست کے نظریہ کے اختیار کرنے اور بالآخر الحاد تک پہنچا دیا۔ لا مذہبی (سیکولر) حکومت سے قطع نظر یہ متعدد مسلم ممالک میں بھی (بطورِ علاج) اختیار کیا جا رہا ہے، جن کی ان ممالک میں نہ ضرورت تھی نہ جواز، اس سے ان حکومتوں اور ان دینی جماعتوں اور سادہ دل و دین دوست عوام کے درمیان جو ملک میں اسلامی احکام کا نفاذ چاہتے ہیں، ایک کشمکش پیدا ہوگئی ہے اور ان ممالک کی قوتیں اور ان کے وسائل بے جگہ اور اصل حریف طاقتوں کو چھوڑ کر اندرونی و باہمی کشمکش میں ضائع ہو رہے ہیں۔

اس طرح کا مطلق العنان اقتدار جو نبوت کے متوازی امامت سے پیدا ہوتا ہے، اور جس کو اختیار ہوتا ہے کہ احکامِ شریعت خود تصنیف کرے اور نصوصِ قطعیہ سے ثابت احکام کو منسوخ کر سکے، اس کو بے چون و چرا تسلیم کر لینے کے نتائج یہاں تک دنیا کے سامنے آئے کہ ایسا دینی اقتدارِ مطلق جس دینی رکن، جس شرعی حکم اور جس اسلامی فریضہ کو چاہے جماعتی اور سیاسی مصلحت کی بناء پر مامور من اللہ اور معصوم امام مجتہد کے اجتہاد کی بناء پر کالعدم قرار دے سکتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "تاریخ الدیانۃ الزردشتیۃ" نیز ایرانِ قدیم کی تاریخ و مذاہب پر دوسری کتابیں [2] منقول از فجر الاسلام ص ۲۷۷

[3] بیان کیا جاتا ہے کہ ایران و عراق کی جنگ میں امام خمینی نے بھی محاذِ جنگ پر جانے والوں کو اس طرح کی ضمانتیں دی ہیں۔

[4] اس خونریز کشمکش کی تفصیل کے لیے ڈراپر امریکی کی شہرۂ آفاق کتاب "معرکۂ مذہب و سائنس" (CONFLICT BETWEEN RELIGION AND SCIENCE BY DRAPPER) کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس کی تازہ مثال یہ ہے کہ حال ہی میں ایران کے سرکاری ترجمان "کیہان" نے اپنے شمارہ ۸۲ مورخہ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ میں حجۃ الاسلام سید علی خامنائی کے نام امام خمینی کے پیغام کو بڑی سرخی میں شائع کیا ہے کہ :-

"حکومت مساجد کو معطل یا منہدم کر سکتی ہے، اور حکومت نماز روزہ پر مقدم ہے"

اس میں مزید کہا گیا ہے کہ :-

"حکومت براہ راست ولایت رسول اللہ کی شاخ اور دین کے بنیادی و اولین احکام میں سے ہے، اس کو تمام فروعی احکام پر ترجیح حاصل ہے یہاں تک کہ نماز، روزہ اور حج پر بھی وہ مقدم ہے۔ والی حکومت کے لیے ضرورت کے وقت مساجد کو معطل کرنا بھی جائز ہے، اور اس کے لیے یہ بھی روا ہے کہ کسی مسجد کو سرے سے منہدم کر دے، اور وہ اسلامی احکام جو اس وقت اسلام کے مفاد کے مخالف (نظر آتے) ہوں، خواہ عبادات میں ہوں یا ان کے علاوہ سب کو کالعدم کر سکتی ہے، اور اگر مملکتِ اسلامی کے مفاد کا تقاضا ہو تو یہ حکومت حج کو بھی معطل کر سکتی ہے، جو کہ اسلام کے اہم ترین فرائض میں ایک فریضہ ہے، کیونکہ یہ حکومت بجائے خود ایک آزاد ولایتِ الٰہی ہے"[1]

اور یہ معلوم ہے کہ یہ عمل یعنی احکام شریعت میں آزادانہ تصرف، کسی منصوص شرعی حکم کا منسوخ کرنا یا معطل کر دینا اور وہ بھی ایک فرد کے اجتہاد یا سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر، دین کے لیے (جو ہمیشہ رہنے والا ہے، اور ہمیشہ کے لیے آیا ہے) ایک مستقل خطرہ ہے، اور یہ دین میں آزادانہ مداخلت، پوری مسلمان قوم اور مکمل اسلامی ملک کے لیے اسلام سے کنارہ کشی اور محرومی (یا اجتماعی عملی ارتداد) تک پہنچا سکتی ہے، اور اس حکومت کی کورانہ اطاعت پورے دین کو معطل و بے اثر کر سکتی ہے، اور اس کو ایسے حالات سے دوچار کر سکتی ہے جن سے نجات حاصل کرنا دشوار ہو جائے ـــ اس کی ایک مثال ایران و عراق اور خلیجی ممالک کے درمیان وہ بے مقصد طویل جنگ ہے جس نے دونوں محاذوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے، اور ان کو تباہی کے کنارے پہنچا کر ایک محاذ کے شدید نقصانات اور ملک کی تباہی، اندرونی انتشار و بے چینی کے خطرہ کی بناء پر، اور کچھ بڑی طاقتوں کی مداخلت کی وجہ سے بڑی مشکل سے ماہ اگست ۱۹۸۸ء میں ختم ہوئی۔

یہ امامتِ مطلقہ جو کورانہ اطاعت کی طالب ہے۔ ایک استبدادی حاکم (مطلق العنان ڈکٹیٹر) کا رول ادا کرتی ہے جس سے روئے زمین پر فساد پھیل سکتا ہے، اور جس سے نسلِ انسانی، زراعت و تجارت، امن و امان سب خطرہ میں پڑ سکتے ہیں۔ مطلق العنان حکومتوں کے دور میں ایسے تجربات پہلے زمانوں میں بھی ہوئے ہیں، اور جب اس طرزِ استبداد میں دینی رنگ اور تقدیس کی آمیزش بھی ہو اور معصومیت کا عقیدہ بھی شامل ہو اور اس کو مامور من اللہ، نبی کا قائم مقام گردانا جا رہا ہو تو پھر

---

[1] اخبار "کیہان"، شمارہ ۸۲ مورخہ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

اس کی ہلاکت خیزی کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے، اور وہ پورے ملک یا پوری قوم یا کم سے کم ایک فرقہ کے لیے اجتماعی خودکشی و خودسوزی کے مترادف و مساوی ہوسکتی ہے جس سے نجات پانا آسان نہیں۔

اس کے علاوہ (اس عقیدۂ تقدس و عظمت کے نتیجہ میں) بےعمل، بیکار و کاہل انسانوں اور بےفکروں کی ایسی جماعتیں وجود میں آتی ہیں جو قوم کی ثروت سے کھیلتی ہیں، اور قوم کی وہ دولت جو اس کے گاڑھے پسینہ کی کمائی اور پُرمشقت محنتوں کا نتیجہ ہے، اس طبقہ کے عیش و عشرت میں ضائع ہوتی ہے، بیکاری بڑھتی ہے، دینی و علمی طبقوں میں کھپوتی، یا پائی یا امام معصوم و مُطاع کے بھیس میں قرونِ وسطیٰ کا بےرحم جاگیردارانہ نظام وجود میں آتا ہے، محنت و عرق ریزی، مشغولیت و قابلیت کے نتائج و فوائد سے صرف چند خاندان فائدہ اٹھاتے ہیں، اور عوام کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور وہ طبقہ سامنے آتا ہے جو اپنی معیشت کے لیے اور اپنی اولاد کی پرورش کے لیے انگلی ہلانا بھی ضروری نہیں سمجھتا، وہ اپنے پسینہ کا ایک قطرہ بہائے بغیر محنت کش طبقہ کی ثروت پر دادِ عیش دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۔ (سورۂ توبہ : ۳۴)	مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ، لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور ان کو راہِ خدا سے روکتے ہیں۔

بقیہ ص ۱۹ ، اپنے شاگردوں اور عزیزوں کے لئے از راہ شفقت کھڑا ہونے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں **بلکہ عین سنت کا تقاضا** ہے۔ کھڑا ہونا ایک تو تعظیما ہوتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

قُومُوا لِسَيِّدِكُم ۔ اپنے بزرگ کے لئے کھڑے ہو جاؤ

اور ایک کھڑا ہونا از راہ شفقت بھی ہے ۔ جیسا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی **اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہم حدیث** میں پڑھتے ہیں :۔

كَانَت اذا دخلت عليه قام اليها ۔ کہ جب بھی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں **حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام** ان کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے ۔

فقہا نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کھڑا ہونا صرف تعظیما ہی نہیں ہے بلکہ شاگرد یا عزیز سے از راہ شفقت کھڑا ہونا بھی مستحسن ہے ۔ میں بات سمیٹتا ہوں کہ اگر شاگرد یہ بات پلے باندھ لیں کہ استاد ان کے محسن ہیں وہ ان سے فیض حاصل کرتے ہیں اور استاد اپنے مضمون سے وفا کریں اور اس پر دسترس حاصل کرنے کے لئے کاوش کریں اور اپنے شاگردوں کے سامنے بغیر لبادہ اوڑھے آئیں اور امام مالکؒ کی طرح لا ادری ۔ یہ بات مجھے نہیں آتی کہنے میں کوئی تامل نہ ہو تو استاد اور شاگرد کے رشتے سے زیادہ جاذبیت رکھنے والا کوئی رشتہ نہیں ہے ۔

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہاز رانوں کی جنّت

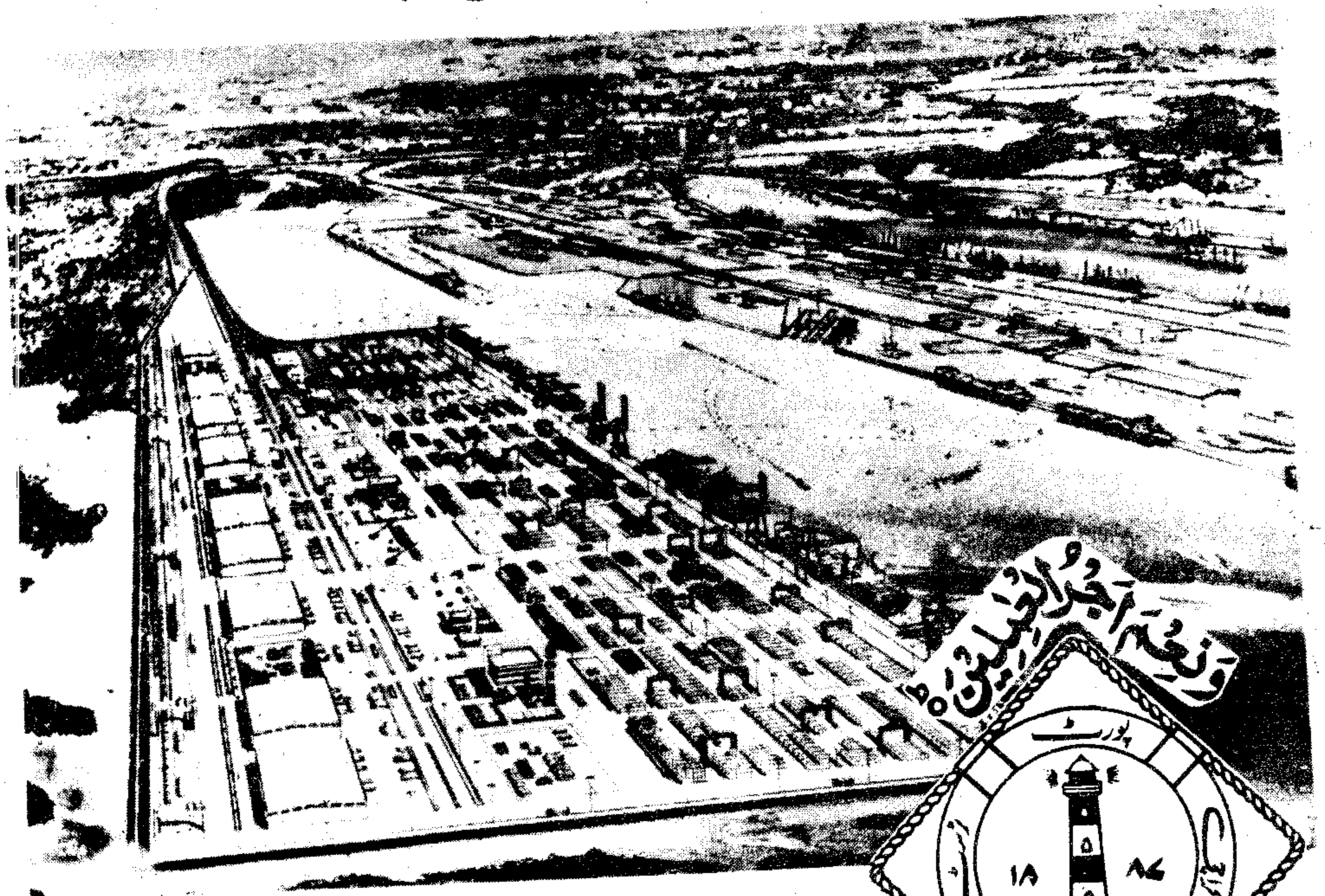

ونعم اجر العاملین

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- مستعد خدمات
- مسلسل محنت
- جدید ٹیکنالوجی
- باکفایت اخراجات

۲۱ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT · 4 / 88. PID - Islamabad